Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 43, Sr.No.128, 2022 pp 33 - 42

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علومِ شرقیہ
جلد۴۳، شمارہ۱۲۸، جولائی۔ستمبر۲۰۲۲ء

ناول کا تخلیقی جواز اور بُڈھا گوریو

☆ خاور شہزاد

Abstract:

The creative value of the novel lies in its connection to the real life of the linguistic universe. A great novelist has access to areas of thought where the common man cannot reach. The "Father Goviot" is the greatest masterpiece of the famous French novelist Hence De Balzac, in which a old Goviot is shown falling in love with his daughters. Father Goviot is not a heretical novel, but rather an objective description of the realities of society. In this article I have tried to explain the creative intensity of the novel.

خدا نے کائنات اور کائناتی کشمکش کو تخلیق کیا اور اپنی تنہائی کو کم کر کے اپنا وجود ظاہر کیا۔ دنیا کی تمام بڑی تخلیقات کسی لامتناہی تنہائی کا سرچشمہ ہیں۔ تخلیق کار اپنی تنہائی میں کوئی فن پارہ تخلیق کرتا ہے تو اپنی تنہائی کم کرتا ہے، ظاہر ہے تنہائی میں تخلیق کار خود سے نبرد آزما رہتا ہے۔ اس لئے جیسا وہ ہوتا ہے ویسا ہی سامنے آتا ہے۔ ایسے جاں گُسِل لمحے میں مودودے چند تخلیق کار ہی اپنی تنہائی میں مُخل ہونے والی تخلیق کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کی حیثیت رکھتے ہیں، ورنہ کئی تو ایسے ہیں کہ جب حقیقت کی پَو پھٹتی ہیں تو ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور بند آنکھوں سے اپنی بغلیں جھانکتے ہوئے ٹھنڈے پسینے میں شرابور ہو بیٹھتے ہیں۔

☆ ایم فل اسکالر اُردو، اوری اینٹل کالج، جامعہ پنجاب، لاہور

ناول نگار ہو یا افسانہ نگار اپنی کہانی کے لیے چند کردار تخلیق کرتا ہے اُن سے باتیں کرتا ہے اور اس کائناتِ خواہش و امکاں کے متعلق چند باتیں سیکھتا ہے۔ یہ کردار تخلیق ہونے سے پہلے مجسم ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کے رویے دھند آلود ہوتے ہیں۔ جب یہ تخلیق ہوجاتے ہیں تو انھیں طشت از بام ہونا پڑتا ہے اور دھند کو چھٹنا پڑتا ہے۔ پھر یہ ہمیں بتاتے ہیں کہ زندگی ایسی ہوا کرتی تھی یا ایسی ہونی چاہئے۔ یہاں زندگی سے مراد ''وجود'' ہے نا کہ سماجی، معاشی یا کوئی نظریاتی پہلو وغیرہ۔ ہم کیا ہیں، ہمارے جسم کے نہاں خانوں میں کسی عمل کے ردِعمل میں کیا کیا وقوع پذیر ہوتا ہے، اس کے بارے میں ہم اکثر نابلد ہوتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی ایک شخص کسی دوسرے نٹ کھٹ اور سرتاپیر مجسم حُسن کو، جو بعض لمحوں میں اُس کی حراستِ جائز میں پنپتا ہے، اُسے خود کی طرف آتے دیکھ کر خوش آئند جذبات و احساسات میں پیوست ہوکر لمحہ موجود سے سرشاری حاصل کرتا ہے تو اس پر خود آگاہی کا ایک باب کھلتا ہے۔ اگر اس مسرت کو کسی جذبے کا نام دے دیا جائے تو یوں سمجھئے کہ وہ جذبہ کسی نام میں مقید ہوکر محسوساتی سطح پر بھی نظر بند ہوگیا۔ یوں بھی بے نام شے میں معنویت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسے سوچنے کے لیے کئی نام دیے جاسکتے ہیں۔ ناول ان جذبات کو نام نہیں دیتا لیکن عالم محسوسات سے آگاہی ضرور عطا کرتا ہے اور معنویت کو معنی خیز بنا دیتا ہے۔

ناول انسان کو خود کا اُستادِ لافانی بناتا ہے۔ بالکل ایسے جیسے ہرمن ہیسے کے ناول سدھارتھ میں، سدھارتھ ایک برہمن زادہ ہے جو اپنے باپ کی تعلیمات حاصل کرتا ہے، مختلف سادھوؤں، دیوتاؤں کی تعلیمات حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ گوتم بُدھ، کی جسے سدھارتھ مردِ کامل کہتا ہے، تعلیمات حاصل کرنے کے بعد اُن میں نقص معلوم ہوجانے کی وجہ سے اُنھیں بھی ترک کرکے خود آگاہی کے واسطے دُوبارہ جنگلوں کی طرف راغب ہوجاتا ہے۔ زِروان پانے کے لیے اپنی ذات کو پہنچانتا ہے کیونکہ اسے پتا چل جاتا ہے کہ وہ دُنیا کی کسی چیز کے بارے میں اتنا کم نہیں جانتا جتنا سِدھارتھ خود کے بارے میں کم جانتا ہے، وہ محبت سیکھنے کے لیے ''کُملا'' نامی طوائف کے پاس جاتا ہے جہاں محبت سیکھنے کے عوض کُملا کو فاقہ کرنا، سوچنا اور انتظار کرنا سِکھاتا ہے۔ شاید معنی کے تناظر میں بات کرنے والے محبت کے ہونے اور محبت کے کرنے میں ہزار ہا صفحات کی صحرانوردی کرتے نظر آئیں، لیکن محبت کے ہونے سے زیادہ معنی خیز محبت کا کرنا ہے۔

سِدھارتھ تجارت کرتا ہے،لوگوں سے ملتا ہے،دریا کنارے مانجھی سے سیکھنے کی طلب میں اپنے جسم کو انتظار کے رقت آمیز لمحوں میں کانپتے ہوئے محسوس کرتا ہے،خود اپنے نومولود بچے سے سیکھتا ہے،دوست گووند سے سیکھتا ہے، یہاں تک کہ بہتے دریا سے سوال کرتا ہے اور آخر میں خود کار تجزیے سے انکشاف پاتا ہے کہ کسی دوسرے کی تعلیمات سے کچھ نہیں سیکھا، کسے دوسرے کی تعلیمات سے مُکتی نہیں مل سکتی۔سادہ زبان میں کہا جائے تو بالکل ویسے ہی جیسے ناقدین کسی تخلیق کار کو تخلیق کرنا نہیں سکھا سکتے ،ایسے ہی سدھارتھ نے اپنی تکمیل کے لیے خود کو چُنا اور کائناتی راہ ورسم سے لا پتہ ہوگیا۔ناول کے تخلیقی جواز اور اخلاقیات پر چیکوسلووا کیہ کے ناول نگار میلان کنڈیرا نے کہا:۔

''ناول کے وجود کا جواز ہی یہ ہے کہ اُس شے کو دریافت کرے جو صرف ناول ہی دریافت کرسکتا ہے،وہ ناول جو وجود کے کسی ہنوز مخفی حصے کی نقاب کشائی نہیں کرتا، غیر اخلاقی ہے۔علم ہی ناول کی تنہا اخلاقیات ہے۔''(۱)

اِس ضمن میں فرانسیسی ناول نگار اونوردے دبالزاک نے ناول بُڈھا گوریو میں وجود کے کس مخفی حصے کی نقاب کشائی کی ہے؟ ناول پڑھ لینے کے بعد ایک معنی تو یہ نکلتا ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹیوں سے سچا اور کھرا عشق کرسکتا ہے۔لیکن کیا پونے تین سو صفحات میں ہزاروں الفاظ کا وجود بس اتنا ہی معنی سمیٹے ہوئے ہے،نہیں!ہرگز نہیں!ناول کی تعبیر وتفہیم سے پہلے یہ طے کرلینا ضروری ہے کہ ناول طربیہ ہے یا المیہ یا پھر بُڈھا گوریو اخلاقی ناول ہے۔اخلاقی ناول کہا جائے تو اس کی غرض و غایت ہی المیہ بن جاتی ہے کیونکہ عظیم فن پارہ وہ ہے جو اپنی اخلاقیات متعین کرسکتا ہے اور مروجہ نظامِ اخلاقیات پر تُف بھیجتا ہے۔لیکن ناول کا کوئی ایک جملہ بھی اخلاقی درس نہیں دیتا۔بڈھا گوریو اپنے اظہار اور کردار و افعال سے کہیں بھی مبلغ کی صورت میں سامنے نہیں آتا بلکہ وہ ہمیشہ باپ کے پیکر میں نظر آتا ہے۔کیونکہ بالزاک نے اُس کا کردار تعبیر کرتے ہوئے فقط باپ کے روپ میں عاشق اور عاشق کے روپ میں باپ بنایا ہے شاید وہ باپ کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔رالف فاکس اپنی کتاب ''ناول اور عوام'' میں لکھتے ہیں:۔

''ادیب کا یہ کام نہیں ہے کہ تبلیغ کرے بلکہ زندگی کی ایک حقیقی اور تاریخی تصویر پیش کرے۔مردوں اور عورتوں کی جگہ کٹھ پُتلیوں کو کھڑا کرنا، گوشت اور خون کی جگہ خیالات

کے مجموعے سے کام لینا،شُبہات،پُرانے رشتوں،رُسوم و رواج اور وفاداریوں کے ہارے ہوئے حقیقی افراد کی جگہ ہیرو اور وِلن سے پُر کرنا، یہ تمام کام آسان ہیں،تاہم یہ ناول نگاری نہیں ہے۔''(۲)

ناول بُڈھا گوریو اخلاقی ناول نہیں، یہ تو طے ہوا۔تو کیا بُڈھا گوریو طربیہ ناول ہے،بُڈھا گوریو طربیہ ناول نہیں بلکہ اس کا اُسلوب طربیہ ہے، جب دونوں بیٹیاں (مادام دریستو، مادام دی نوسنجین) میں سے کوئی ایک اپنے باپ گوریو سے ملنے کے لئے بورڈنگ ہاؤس (میزوں وُدکے) آتی ہیں،تو بورڈنگ ہاوس میں مقیم لوگ (وُدکے،موٹی سلوی،مادام کوتیور،نو عمر لڑکی وکتورین تائی فر،پُوارے،وِترا،مشونوں،یوژین وارسینیاک) بُڈھے گوریو پر تشکیک میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ایک منفی کردار سمجھتے ہوئے اس پر ہنسنے لگتے ہیں۔بُڈھا گوریو اُن کی ہنسی میں ہنس دیتا ہے اور مہربان اولاد کی طرح اُف تک نہیں کرتا۔ دراصل بُڈھے گوریو پر ہنسی جانے والی ہنسی، بالزاک کی اپنی ہنسی ہے، کیونکہ اُس میں یہ حسرت پنہاں ہے کہ انسان ترقی یافتہ ہونے پر بھی بہتر کیوں نہیں ہوسکا۔ یہ بھی نہیں کہ بالزاک نے اپنے طربیہ اُسلوب میں نسلِ انسانی کو اُس کے نقطہ عروج سے دیکھا ہے بلکہ آغاز سے دیکھتے ہوئے خود بُڈھا گوریو بن کر طعن وتشنیع سُننے پر قانع ہوا ہے۔فلابیر نے کہا تھا کہ میں خود ایما ہوں، وارث علوی نے کہا کہ منٹو افسانہ ''ہتک'' لکھتے ہوئے،خود سوگندھی تھا،مَیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بُڈھا گوریو لکھتے وقت بالزاک خود بُڈھا گوریو تھا۔

ناول بُڈھا گوریو کل ۶ ابواب پر مشتمل ہے،جس میں سب سے پہلا باب ''بورڈنگ ہاؤس'' کے اندرونی مناظر اور کیفیات پر مبنی ہے۔بُڈھا گوریو سویوں اور کلف کا مال دار تاجر تھا،اُس کا پہلا عشق اُس کی بیوی ہے جس کے مرنے کے بعد گوریو نے دوسری شادی نہیں کی۔ گوریو اپنی دونوں بیٹیوں سے والہانہ عشق کرتا ہے۔ حد تک اُن کی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے،دونوں بیٹیوں کی شادی کے بعد خود بورڈنگ ہاؤس میں رہنا پسند کرتا ہے۔دوسرا باب ''دو ملاقاتوں'' کے عنوان سے ہے جس میں بڈھے گوریو کی دونوں بیٹیاں مختلف اوقات میں اپنے باپ سے ملتی ہیں،جس پر سوسائٹی کے عوام گوریو پر شک کرتے ہیں۔تیسرا باب ''یوژین سوسائٹی میں'' کے عنوان سے ہے،جس میں ایک نوجوان طالب علم قانون کی تعلیم

حاصل کرنے پیرس پہنچتا ہے۔یوژین معاشرے میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے لیے فیش ایبل عورتوں سے تعلقات کا خواہش مند ہوتا ہے۔چوتھا باب ''موت کو فریب دینے والا'' کے عنوان سے ہے،جس میں بورڈنگ ہاؤس میں مقیم ''موسیو وِتراں'' اپنے منفی کردار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔پانچواں باب ''وہ دونوں بیٹیاں'' کے عنوان سے ہے،جس میں بیٹیوں کے ازدواجی تعلقات کے ساتھ ساتھ ان کی نجی زندگی کے اصل عذاب سامنے آتے ہیں۔چھٹا اور آخری باب ''باپ کی موت'' کے عنوان سے شامل ہے جس میں گوریو بیٹیوں کے احوال سے متاثر ہوکر روگی بن کر فوت ہوجاتا ہے،اور یہی باب پورے ناول کا المیہ ظاہر کرتا ہے۔ناول کی کہانی بس اتنی سی ہے۔

ویسے تو انسان کی پیدائش،انسان کا محبت کرنا اور پھر لقمۂ اجل ہوجانا چند ہی لمحوں کی بات ہے،لیکن یہی تین اوقات ایسے ہیں جن کے ردِعمل میں انسان گوناگوں ارتقائی (مائل بہ زوال) منازل طے کرتا ہے۔ہر انسان کی یہی کہانی ہے۔یہ بات انسانی رویوں پر منحصر ہے کہ کس نے کیسا کردار پایا۔آغاز میں ناول کے ایک معنی کا تذکرہ کیا تھا کہ بڈھا گوریو ہمیں بتاتا ہے کہ ایک باپ بیٹیوں سے سچا اور کھرا عشق کرسکتا ہے۔عشق کی نوعیت کچھ ایسی ہے جو بڈھا گوریو ہمیں خود بتاتا ہے:

> ''ہر آدمی کسی نہ کسی کمزوری میں گرفتار ہوتا ہے۔میری کمزوری،میری بیٹیاں تھیں،اُن کی میرے دل میں وہی جگہ تھی جو کسی شخص کے دل میں اپنی محبوباؤں کی ہوتی ہے۔بس یہی میری کہانی ہے۔''(۳)

بُڈھے گوریو کا عشق کیسا تھا؟ایسا عشق کہ بھرپور زندگی گزارنے کے لیے مکمل ضابطۂ حیات میسر آجاتا ہے۔دراصل وہ صرف اپنے حصے کا عشق کرنے پر مُصر تھا۔اپنے حصے کا بھی عشق اس قدر کہ دوسری جانب اُس کی بیٹیوں کو عشق کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ہم میں سے ہر کوئی صرف اپنا عشق کرتے ہوئے عشق کی تہذیب کو پاسکتا ہے۔یہ کوئی دوطرفہ ٹریفک نہیں کہ ایک طرف سے گاڑی جائے تو دوسری طرف سے گاڑی واپس آئے،تہذیبی عاشق کے کردار پر نگاہ ڈالی جائے تو مومن خان مومنؔ کا شعر گونجنے لگتا ہے:

؎ اس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا کِیا ذلیل
میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بَل گیا(۴)

تو کیا بڈھا گوریو اپنی بیٹیوں کے نقشِ پا کے لیے ذلیل نہیں ہوا،اس قدر ذلیل ہوا کہ مر گیا، بیٹیاں اپنی رنگ رلیوں اور شوہروں کے زیر اثر اپنے باپ کے عشق کو دریا بُرد کرنے لگیں تو گوریو نے بیٹیوں سے ملنے والوں سے حالات پوچھنے شروع کیے۔بیٹیوں نے کپڑے کیسے پہنے تھے،وہ رنگ اُن پر کیسے دکھائی دیتے تھے،اُس کی آواز میں وہی شوخی و اضطراب ہوتا تھا جو صرف بے غرض انسان میں ہوسکتا ہے۔بیٹیوں کے خوش ہونے اور اُن کی خوبصورتی کی تعریفیں سُنتا تو اپنے وجود میں محسوس کرتا کہ اُس کی بیٹیاں اُسی کے گوشت پوست سے ہی تو بنی ہیں،اُس کی روح اُس کی بیٹیوں کے گرد بھٹکتی پھرتی ہے،جب وہ باپ بنا تو اس کی سمجھ میں آیا کہ خدا کیا ہے،وہ کس طرح ہر چیز میں موجود ہے۔گوریو نے بتایا کہ خدا اتنی محبت اپنی دنیا سے نہیں کرتا جتنی کہ وہ اپنی بیٹیوں سے کرتا ہے،بیٹیوں کو چاہنے والا خود بخود بڈھے گوریو کی چاہت کا مستحق قرار پاتا ہے اور گوریو انہیں بھی چاہنے لگتا ہے۔وہ اُن خطوط کو اپنے چہرے پر رکھ لیتا جو اس کی بیٹیوں کی طرف سے اپنے عاشقوں کو لکھے جاتے۔فقط اس تصور کے ساتھ کہ وہ خط کسی لمحے اُس کی بیٹیوں کے لمس سے مستفید ہوئے جس کی خوشبو اپنے احساس میں بسائے پھرتا۔بڈھے گوریو کی مجنونانہ محبت کا اندازہ اُس وقت سے لگایا جاسکتا ہے جب یوژین اس کی بیٹی ''ویلفین'' سے مل کر آتا ہے اور اس کی عیاشی کے سبب اس کا حال سناتا ہے:

خدایا تم نے کہا تھا کہ وہ رو رہی تھی؟
ہاں،میری واسکٹ پر سر رکھ کر وہ روتی رہی۔
اپنی واسکٹ مجھے دے دو۔اس پر میری بیٹی کے آنسو گرے ہیں۔
میری پیاری ویلفین وہ جب چھوٹی سی تھی،تب بھی کبھی نہ روتی تھی۔
یہ تم مجھے دے دو۔پھر اسے کبھی نہ پہننا میں تمھیں دوسری خرید دوں گا(۵)

بڈھے گوریو کی کل کائنات کی تخلیق کا راز اُس کی دونوں بیٹیوں میں پنہاں تھا کیونکہ اس کے جذبے اس قدر عمیق تھے کہ یوژین (گوریو کی بیٹی کا عاشق) کے قدموں کی چاپ سے محسوس کرسکتا تھا کہ

وہ اس کی بیٹی سے مل کر آیا ہے۔ بیٹیوں کو دیکھتا تو اس قدر غرور سے کندھے اُچکا دیتا کہ ان خوبصورت بیٹیوں کو میں نے جنم دیا ہے، دعا کرتا کہ اس کی عُمر اُس کے بچوں کے عین برابر ہو، خواہش کرتا کہ بچوں اور والدین کی عمروں میں تفاوت کی بے ترتیبی نہ ہو۔ لیکن آخر کار اسی خواہش کو سینے میں دبائے بسترِ مرگ پر بیٹیوں کے آنے کے انتظار میں مر گیا۔ اُس کی آخری آہ خوشی کی آہ تھی کیونکہ اُس میں اُس کی پوری زندگی کا نچوڑ یعنی عشق تھا۔ وہ اپنے عشق میں سرخرو تھا لیکن دھوکے میں مبتلا رہا تھا، کیونکہ اس کی بیٹیوں نے باپ کے عشق کا استعمال کیا اور عشق کے بدلے میں فقط پیسے اور اپنے سکون کے لیے باپ کی ہر چیز کو بکوا کر محبت کے چیتھڑے بکھیرے۔ یوں بے غرض محبت ہلاکت کا دوسرا نام ٹھہری۔

ناول سُرنگ میں ''ماریا اری بارنے'' بھی تو بے غرض محبت میں ہلاک ہوئی بلکہ قتل کر دی گئی۔ وجودیت والے تو کہیں گے کہ وہ بے وفا تھی، خیر کی بجائے شر کا عُنصر لیے معاشرے پر بوجھ تھی کیونکہ ایک وقت میں تین مردوں کی داشتہ تھی۔ اس لیے حوان پابلو کاستیل رقابت کی آگ کے عوض ماریا اری بارنے کو دھوکہ دہی میں قتل کر دیتا ہے۔ کیونکہ وجودی دانشور، انسان کو رواجوں اور روایتوں کی تصویر سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ وجودی دانشوروں کو یہ کیوں نہیں نظر آتا کہ وہ تین مردوں کی داشتہ ہوتے ہوئے بھی تنہا تھی، اس لیے حوان پابلو کاستیل کی بنائی ہوئی مصوری میں تنہائی کے پس منظر پہ اپنی نظریں جما سکی، وہ بیک وقت جن تین مردوں کی زندگی میں سامانِ عیش تھی، اُن میں ایک ''آیندے'' نامی عُمر رسیدہ نابینا تھا۔ آیندے کو جب معلوم ہوا کہ ماریا اری بارنے اِس دُنیا میں نہیں رہی تو وہ بھی خودکشی کر لیتا ہے، اُس کی خودکشی کا موجب بھی کاستیل ہی ٹھہرا، کیونکہ آیندے جانتا تھا کہ میری بدصورتی اور اندھے پن کو صرف ایک ہی جسم قبول کر سکتا تھا، جس کو بے غرض محبت کے عوض قتل کر دیا گیا۔ لمحۂ فکریہ تو یہ ہے کہ منٹو کا بابو گوپی ناتھ اپنی بے غرض اور بے انت محبت میں نہیں مرتا۔

بُڑھا گوریو میں ایک اور کردار جو کہ نوجوان طالب علم یوژین وارستی ناک ہے، جو کہ گوریو کے مماثل توجہ کے قالب میں چلتا پھرتا دکھائی دیتا۔ یہ کردار ایسے ہے جیسے کسی چھتنار درخت کے نیچے کوئی کونپل کھل اُٹھے، اِس کردار میں ایک نوجوان جو کہ اپنی جوانی میں بے سروپا خواہشات کے دریا میں بہتا چلا جاتا ہے، یہ گوریو سے بھی محبت کرتا ہے اور اس کی بیٹی سے بھی، گوریو کی وفات سے اُس کی تدفین تک کے

فرائض سرانجام دیتا ہے، یہ فیصلہ بھی کرتا ہے کہ دُنیا کی ایسی بدصورتی جس میں بے غرض محبت کے عوض عاشق نما باپ کی وقعت نہیں تو پھر میں کیا ہوں۔لہذا گوریو کی بیٹی سے نہیں ملوں گا۔لیکن اگلے چند ہی لمحات میں منہ زور خواہشوں کی دھکم پیل کے نتیجے میں میں اپنی محبوبہ کے پیروں میں سانس لیتا ہے۔

کُھلی آنکھوں سے دیکھنے کا جوفن بالزاک کے پاس ہے،اُس کی مثال دُنیا کے چند ہی عظیم تخلیق کاروں میں ملتی ہے۔مشاہدہ تو خیرایسا ہے کہ جیسے ایک تجربہ کارشخص دوسرے کی آنکھ میں چُبھنے والا تنکا ڈھونڈ لے اور تکلیف بھی نہ ہونے دے، ہوسکتا ہے کہ حقیقت کا راگ الاپنے والوں کے لیے بُڈھے گوریو کا عشق گراں گزرے لیکن بالزاک جیسا شخص معاشرے کو ایسے کیوں نہ دیکھے جیسا کہ وہ ہے۔ بالزاک نے سامنے کی حقیقت اور اپنی تخیلی حقیقت میں ذرا سا فاصلہ پیدا کیا ہے،جس سے اُس کی تخلیقی حقیقت سامنے کی حقیقت سے بڑھ کر سامنے آتی ہے،باپ کا کردار ایسا ہوتا ہے یہ کون نہیں جانتا،پدری رشتے سے ایسا کون ہے جسے واسطہ نہ ہولیکن ناول کے اس کردار کی صورت میں ایسا باپ تخیلی حقیقت کی صورت میں پیدا کر کے بتا ضرور دیا ہے کہ وہ محبت بھرا رشتہ باپ کی صورت میں ہوا اور پانی جیسا ہے۔ہوا اور پانی جیسا اس لیے،کہ دیکھنے اور محسوس کرنے میں یہ عام ہیں کیونکہ ہر وقت موجود ہیں۔لیکن ان کی عدم موجودگی میں زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔مغرب میں خاندانی نظام جس طرح کی معاشرتی بے ڈھنگیوں کی بھینٹ چڑھتا ہے،اُس کو ایسے بیان کیا گیا ہے کہ پیرس کی بے ترتیبی ایک مربوط ترتیب سے سامنے آجاتی ہے۔نفسیاتی پہلوؤں پر بھی دُروں بینی کا مظاہرہ ملتا ہے۔مثلاً نوجوان تائی فر کا کردار بُنیادی طور پر شرم وحجاب کے پیکر میں تراشا گیا ہے،جو باقاعدگی سے مادام کوتی ور کے ساتھ عبادت گاہ میں دعائیں مانگنے اور عبادت کرنے جاتی ہے لیکن جب نوجوان طالب علم یوژین بورڈنگ ہاؤس میں اُس کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے تو چور آنکھوں سے اپنے جذبات کو یوژین پر ظاہر کرتی ہے۔اس کے ساتھ ہی چالیس سالہ وتراں کو بھی اپنے جذبات پر حاوی رکھتی ہے۔

بالزاک نے کسی بھی کردار کے اخلاقی جواز کو نعرہ نہیں بننے دیا بس وہ انسانی رویوں کو بے دردی سے قرطاس پر بکھیرتا چلا گیا ہے۔جس بے دردی سے اس ناول کا آخری باب ''باپ کی موت'' تحریر کیا ہے،ناول کا تربیت یافتہ قاری تخلیقی سطح پر خود سے استفسار کرتا ہے کہ کیا انسان اس درجے کی محبت کا پیکر

بھی ہوسکتا ہے اور کیا انسان کی بے حسی بھی اتنی غیر معمولی ہوسکتی ہے کہ روحانی سطح پر پہنچی ہوئی محبت ہلاکت کا باعث بن سکے، محمد حسن عسکری اس ناول کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ بالزاک کی ساری تلخی کلبیت اور تشائم پرستی اس ناول کے خاتمے میں کھینچ آئی ہے، یہ ٹھیک بھی ہے مگر مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو بالزاک اخلاقی جدو جہد سے انکار نہیں کرتا۔ انسان خود پرستی سے اپنے آپ کو فریب دیتا رہتا ہے۔ اُسے جھوٹ کے نشے میں سرشار رہنا پسند ہے، یہ درست سہی مگر انسان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ اپنا اخلاقی احتساب کر سکے، اس صلاحیت کے بَل پر انسان ایک ایسی زندگی تعمیر کر سکتا ہے جو مکمل نہ سہی مگر بہتر ضرور ہوسکتی ہے۔'' (۵)

آخر میں ناول کی مترجم سیدہ نسیم ہمدانی کی تعریف ضروری ہے کہ ادب عالیہ کا ایسا عظیم فن پارہ اردو میں ترجمہ کیا، جس سے اردو ناول نگار اور قاری کی تربیت ہوئی، مترجم نے کہیں بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ ناول مترجم ہے یا طبع زاد، کیونکہ کسی بھی مترجم ناول کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دونوں تہذیبوں سے قاری آشنا ہو سکے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ناول کا فن، میلان کنڈیرا، مترجم، محمد عمر میمن، کراچی: شہرزاد، ۲۰۱۳ء، ص، ۲۵، ۲۴

۲۔ ناول اور عوام، رالف فاکس، مترجم، ڈاکٹر، سید محمود کاظمی، لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص، ۶

۳۔ اونوردے دبالزاک، بڈھا گوریو، مترجم، سیدہ نسیم ہمدانی، لاہور: مکتبہ جدید، ۲۰۱۸ء، ص، ۲۵۲

۴۔ مومن خان مومن، کلیات مون۔ لاہور: مجلس ترقی ادب،

۴۔ اونوردے دبالزاک، بڈھا گوریو، مترجم، سیدہ نسیم ہمدانی، لاہور: مکتبہ جدید، ۲۰۱۸ء، ص، ۲۵۲

۵۔ اونوردے دبالزاک، ''دیباچہ''، مشمولہ، بُڈھا گوریو، مترجم، سیدہ نسیم ہمدانی، لاہور: مکتبہ جدید، ۲۰۱۸ء، ص، ۹